اخبار امت

جنوبی لبنان سے اسرائیلی افواج کا انخلا

محمد ایوب منیر

۲۳ مئی ۲۰۰۰ء کو اسرائیلی افواج نے جنوبی لبنان کے وہ علاقے خالی کر دیے ہیں جن پر ۱۹۷۸ء میں فوج کشی کے ذریعے اس نے قبضہ جما لیا تھا۔ ۲۲ برس تک قابض رہنے کے بعد سرحدی علاقے میں پھیلے ہوئے سینکڑوں دیہات اسرائیل نے اقوام متحدہ کی قرارداد نمبر ۴۲۵ کے زیراثر نہیں بلکہ حزب اللہ ملیشیا کے تابڑ توڑ حملوں اور پسپا نہ ہونے والے چھاپہ ماروں کی کارروائیوں سے زچ ہو کر خالی کیے ہیں۔ قیام اسرائیل (۵ مئی ۱۹۴۸ء) کے بعد تل ابیب حکومت نے اپنے سیاسی فیصلے بھی منوائے ہیں اور عرب افواج کو بارہا شکست سے دوچار بھی کیا ہے تاہم حزب اللہ ملیشیا کے جوش و جذبے نے جو کام کیا ہے وہ تیل کی دولت سے مالا مال عرب ممالک کی افواج نصف صدی میں بھی نہیں کر سکیں۔ جنوبی لبنان میں تکبیر کے نعرے بلند ہو رہے ہیں اور حزب اللہ کے کمانڈر اور چھاپہ مار شایان شان استقبال سے سرفراز کیے جا رہے ہیں۔ حزب اللہ کے سربراہ حسن نصراللہ نے اعلان کیا ہے کہ ہماری جدوجہد اس وقت تک جاری رہے گی جب تک اسرائیل کی جیلوں سے لبنانی قیدیوں کو رہا نہیں کر دیا جاتا اور شیبافارم کے علاقے لبنان کو واپس نہیں کر دیے جاتے۔ اسرائیل نے افواج مجبوری سے واپس بلائی ہیں' شوق سے نہیں۔ اگر افواج واپس نہ جاتیں تو حزب اللہ ملیشیا اسرائیلی سرحد عبور کر کے سرحدی علاقوں پر قبضہ کر لیتی۔

اسرائیل کے خلاف حزب اللہ کی ۲۰ سالہ جدوجہد اور کامیابی نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ مسلم حکمران ایک راستہ اختیار کرتے ہیں اور مسلم عوام دوسرا۔ قضیہ فلسطین میں اور اسرائیل کے ساتھ تنازعے میں عرب حکمران مجموعی طور پر یہی سمجھتے رہے کہ اسرائیل تو ناقابل شکست ہے اور مذاکرات کے ذریعے ہی کوئی راستہ نکالا جا سکتا ہے۔ گذشتہ ۵۲ برسوں میں خلیج کے دولت مند ملکوں کی تربیت یافتہ اور جدید اسلحے

سے لیس افواج کا یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا کہ اسرائیلی افواج کو شکست سے دوچار کریں۔ چند ہزار نیم تربیت یافتہ رضاکاروں نے لبنان کے دیہاتوں کی غریب آبادی کی سرپرستی سے وہ کارنامہ سرانجام دیا ہے جو علاقے کی سیاسی قیادت کو نئے فیصلے کرنے پر مجبور کر دے گا اور امت مسلمہ کی سرخروئی کا راستہ کھلے گا۔

امریکہ کی حکومت عرصہ دراز سے اسرائیل کو ۳ ارب ڈالر سالانہ کی امداد مختلف منصوبوں کی تکمیل کے لیے فراہم کرتی چلی آ رہی ہے۔ جنوبی لبنان خالی کرنے، نیز شام و فلسطین کے گرد گھیرا تنگ کرنے کے انعام کے طور پر ۳۳ کروڑ ڈالر ہدیے کا مزید اعلان کیا گیا ہے (امپیکٹ، جون ۲۰۰۰ء)۔ اسرائیل کے سرپرست، امریکی ذرائع ابلاغ نے اسرائیل کی شرمناک اور ذلت آمیز پسپائی کو دفاعی طرز عمل قرار دے کر اس کی ہتک کو بھی تدبیر قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ اسرائیل جو عالمی اداروں کی قراردادوں کے سرعام پرزے بکھیرتا رہا ہے، جس نے تمام متفقہ معاہدوں کے باوجود فلسطینی علاقوں پر قبضہ جمائے رکھا ہے، جس نے عرب دارالحکومتوں پر بم باری کی ہے، جس نے صرف لبنان میں ۲۰ ہزار سے زائد معصوم، نہتے شہریوں کے خون سے ہاتھ رنگے ہیں، جس نے اپنی فضائی افواج سے علاقے کو یرغمال بنا رکھا ہے، اس کی شکست کو جنگی تدبیر (tactical move) قرار دینا یہ ثابت کر رہا ہے کہ ظلم، زیادتی، تشدد، قتل اور حقوق انسانی کی پامالی کے جو ریکارڈ اسرائیل نے قائم کیے ہیں وہ واشنگٹن کے ڈیموکریٹ اور ری پبلکن حکمرانوں کی براہ راست سرپرستی کے بغیر ممکن نہ ہو سکتے تھے۔

صدر کلنٹن مشرق وسطی پالیسی کے حوالے سے اپنے تین نکات بارہا بیان کر چکے ہیں، یعنی عراق میں صدام حسین کی حکومت کا خاتمہ، ایران سے دیرپا تعلقات کی بحالی اور تحریک آزادی فلسطین کو کسی نہ کسی طرح اسرائیل کے حق میں معاون بنا دینا۔ تیسرے مسئلے میں امریکہ کی کامیابی کوئی راز نہیں ہے۔ امریکہ کے اشارے پر اردن کی حکومت پورٹ عقبہ کے قریب ایک جدید ایئرپورٹ تعمیر کر رہی ہے۔ اردن اسرائیل معاہدے پر دستخط ہو گئے ہیں اور اسرائیلی سول و فوجی انتظامیہ اس ایئرپورٹ کو اپنے دشمنوں کے خلاف باآسانی استعمال کر سکے گی۔

برطانوی جریدہ اکانومسٹ ۲۷ مئی کی اشاعت میں فرار ہونے والے اسرائیلی فوجی دستوں کی روداد یوں قلمبند کرتا ہے:

> ایہود باراک کے مسلسل تردیدی بیانات کے باوجود، یہ بات یقینی ہے کہ اسرائیلی دستے اس حالت میں جنوبی لبنان سے بھاگے گویا (جانور کی) دم ٹانگوں میں پھنس گئی ہو۔ فوجی دستے اس عالم میں علاقے خالی کرتے دکھائی دیے کہ ان کے چھوڑے ہوئے عسکری سازوسامان کی حفاظت فضائیہ کر رہی تھی۔ حاؤلہ کے نزدیک، دیہاتیوں نے ایک فوجی ٹینک دکھایا جو سڑک پر بے یارومددگار

کھڑا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ ٹینک پر سوار فوجی ٹینک سے کودے اور چند سو گز کے فاصلے پر اسرائیل کی سرحد میں دوڑتے ہوئے داخل ہو گئے۔ بعدازاں اسرائیلی ہیلی کاپٹروں نے اس ٹینک پر حملہ کر کے اسے ناکارہ بنا دیا تاکہ یہ حزب اللہ کے کمانڈوز کے ہتھے نہ چڑھ سکے۔

جنوبی لبنان میں سفر خطرے سے خالی نہیں۔ جگہ جگہ لبنانی نوجوان' اسرائیل کے چھوڑے ہوئے فوجی اسلحے کو چلانا سیکھتے نظر آئیں گے۔ اس اسلحے کو چلانے والے جنوبی لبنانی فوج (SLA) کے فوجی تھے۔ یہ ملیشیا اسرائیل نے اس علاقے میں کھڑی کی تھی۔ مرسیڈیز اور بی ایم ڈبلیو گاڑیوں کے ڈھانچے بھی لبنانی سرحد کے اندر نظر آ رہے ہیں۔ امید ہے پچھلے پندرہ برس سے خاموش تماشائی کا کردار ادا کرنے والے اقوام متحدہ کے سوا چار ہزار متعین فوجی' اپنے گھروں کو واپس جا سکیں گے۔

کینیڈا سے شائع ہونے والا جریدہ کریسنٹ (یکم جون ۲۰۰۰ء) اسرائیل کی شکست کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

> شیبا فارم سے گولان پہاڑیوں کے قرب و جوار تک شام' لبنان اور مقبوضہ فلسطین کی سرحدیں پھیلی ہوئی ہیں۔ یہاں اور جنوب میں بحیرۂ روم کے قریب حامرا گاؤں تک حزب اللہ نے مسلسل فوجی کارروائیاں جاری رکھیں' ۲۲ مئی کو خطہ سلامتی پر کارروائی کی اور اسرائیلی افواج کی ایک نہ چلی تو وزیراعظم ایہود باراک نے اپنی جنگی کابینہ کا فوری اجلاس طلب کیا اور اس نے فیصلہ کیا کہ افواج کا انخلا قبل ازیں ہی کر لیا جائے۔ اس سے پہلے کا فیصلہ یہ تھا کہ جولائی کے وسط میں افواج واپس بلا لی جائیں گی۔ باراک نے حکم دیا کہ یکم جون تک افواج واپس آ جائیں لیکن اسرائیلی دستے اس بری طرح گھر چکے تھے کہ ۴۸ گھنٹے کے اندر اندر علاقہ خالی ہو گیا۔ اس عبرت ناک شکست کو چھپانے کے لیے باراک نے واپس آنے والے دستوں کا استقبال ان الفاظ میں کیا: "آج ۱۸ سالہ خلفشار اپنے انجام کو پہنچ چکا ہے"۔
>
> ظاہر ہے شکست کے موقع پر ایسی ہی لفاظی کی جاتی ہے۔

یاسر عرفات نے محدود آزادی کے نام پر فلسطینی سرزمین سے دستبرداری اور اسرائیل سے دوستی کا جو طوق ملامت اپنے گلے میں ڈالا' حزب اللہ کی فتح نے ثابت کر دیا ہے کہ یاسر کا موقف غلط اور حماس کا موقف درست ہے۔ حماس کے ترجمان ابراہیم غوشے نے حزب اللہ کو مبارک باد دی ہے اور کہا ہے کہ ہم اسی نمونے کی پیروی کریں گے۔ مقبوضہ علاقے کے محکوم لوگوں نے ثابت کر دیا ہے کہ حقوق کی بحالی اور زمین کی بازیابی کا واحد راستہ مزاحمت ہے۔ دنیا بھر میں اس عظیم الشان فتح پر شادمانی کا اظہار ہونا چاہیے۔

حزب اللہ کا قیام ۱۹۸۰ء کی دہائی کے وسط میں عمل میں آیا۔ اسے ایران اور شام کی پشت پناہی حاصل رہی۔ اسرائیل نے اردن سے مشرقی کنارہ چھینا' شام سے گولان کی پہاڑیاں چھین لیں' مصر سے صحرائے سینا

چھین لیا اور فلسطین کی مقدس سرزمین پر قبضہ تو پہلے ہی کر لیا تھا۔ حزب اللہ نے اول روز ہی سے یہ موقف اختیار کیا کہ اسرائیلی قبضہ ناجائز ہے۔ ان علاقوں کی واگزاری فرض اولین ہے۔ زمین کی بازیابی کے لیے وہ تمام حربے استعمال کیے جا سکتے ہیں جو غاصب دشمن استعمال کر رہا ہے۔ حزب اللہ کے لیے مثال اور نمونہ' اسلامی تحریک مزاحمت فلسطین حماس اور اس کے قائد شیخ احمد یاسین بھی ہیں جن کا شعار ہے کہ سرزمین مقدس فلسطین سے آخری یہودی کے انخلا تک ہماری جدوجہد جاری رہے گی۔ حزب اللہ نے عزم و استقلال کی لاتعداد داستانیں رقم کی ہیں تاہم شیخ حسن نصراللہ کی قیادت ہی میں انھیں یہ عظیم الشان عسکری کامیابی نصیب ہوئی ہے' اور حزب اللہ عالم اسلام کے مجاہدین کی طرف سے اور جملہ مومنین کی طرف سے مبارک باد کی مستحق ہے۔

حزب اللہ کی جدوجہد عالمی قانون کے عین مطابق ہے۔ اقوام متحدہ نے لبنان کی سرزمین پر اسرائیل کے قبضے کو عالمی سرحد کی خلاف ورزی اور ناجائز تسلط قرار دیا تھا اور قرارداد نمبر ۴۲۵ کے ذریعے تل ابیب سے مطالبہ کیا تھا کہ اس سرزمین کو فی الفور خالی کر دے۔ اسرائیل نے فلسطین کے بارے میں اقوام متحدہ کی تمام قراردادوں کو رد کیا۔ اسی وطیرے پر چلتے ہوئے اس نے اقوام متحدہ کی لبنان کے بارے میں قراردادوں کو پرکاہ کے برابر بھی اہمیت نہ دی' نتیجتاً اسے عالمی برادری کے سامنے شرمسار ہونا پڑا' اور ایہود باراک کو اندرونی طور پر بھی طعن و تشنیع کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

اسرائیل کا مقابلہ نہ کرنے اور اس سے دوستی کی پینگیں بڑھانے کے سلسلے کا آغاز مصر کے صدر انورالسادات نے کیا تھا۔ بعدازاں شام کے حافظ الاسد' اردن کے شاہ حسین' فلسطین کے یاسرعرفات اور مصر کے موجودہ صدر حسنی مبارک نے اس سلسلے کو آگے بڑھایا۔ بلاشک و شبہ واشنگٹن کے زیرسایہ اوسلو معاہدے کے ذریعے فلسطین کے دو شہروں غزہ اور مغربی کنارے کی خودمختاری کا فیصلہ ہوا لیکن عالم اسلام اور عالم عرب کے قلب میں پیوستہ اسرائیلی خنجر کے وجود کے خاتمے کی کوئی پیش رفت نہ ہوئی۔ عراق پر امریکہ نے جو جنگ مسلط کی' اس نے یہ ثابت کر دیا کہ مغربی برادری' اسرائیل کو تحفظ دینے کے لیے کسی بھی کارروائی پر اتر سکتی ہے۔ اقوام متحدہ کے ربڑسٹمپ ادارے نے آج تک کوئی ایسا حل نافذ نہیں کیا جس سے امت مسلمہ کے بڑے مسائل میں سے کوئی مسئلہ حل ہوتا ہو۔

حزب اللہ کے چار' سوا چار ہزار نیم تربیت یافتہ رضاکاروں نے ایک مرتبہ پھر ثابت کر دیا ہے کہ جو فیصلہ میدان جنگ میں ہو سکتا ہے' وہ مذاکرات کی میز پر نہیں ہو سکتا۔ فلسطین کی حماس اور جموں و کشمیر کی حزب المجاہدین کو یہ حقیقت ہر دور میں سامنے رکھنی چاہیے۔